سورۃ الطور

آیاتہا ۴۹ | ۵۲ سورۃ الطور مکیۃ ۷۶ | رکوعاتہا ۲

تمام علماء کے قول کے مطابق یہ سورت مکی ہے اس کی انچاس آیات ہیں۔ ائمہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھتے ہوئے سنا(1)۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَ السَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾ وَ الۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَہٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾

"قسم ہے (کوہ) طور کی اور کتاب کی جو لکھی گئی ہے کھلے ورق پر اور قسم ہے بیت معمور کی اور بلند چھت کی اور سمندر کی جو لبالب بھرا ہے یقیناً آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا اسے کوئی ٹالنے والا نہیں"۔

وَالطُّوۡرِ ۝ اس پہاڑ کا نام ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی اس کی شرافت کو ظاہر کرنے کے لیے، اس کی کرامت کو ظاہر کرنے کے لیے اور اس میں جو آیات ہیں انہیں یاد دلانے کے لیے۔ یہ جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

اسماعیل بن اسحاق، اسماعیل بن ابی رویس سے وہ کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف سے وہ اپنے باپ سے وہ دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "چار پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہیں، چار دریا جنت کے دریاؤں میں سے ہیں، چار میدان جنگ جنت کے میدانوں میں سے ہیں"(2)۔ پوچھا گیا: پہاڑ کون سے ہیں؟ فرمایا: "جبل احد جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، طور جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے، لبنان جنت کے پہاڑ میں سے ایک پہاڑ ہے، جودی جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے"۔ حدیث کا ذکر کیا ہے ہم نے اسے کتاب التذکرہ میں بیان کر دیا ہے۔

مجاہد نے کہا: سریانی زبان میں طور سے مراد پہاڑ ہے اس سے مراد طور سینا ہے(3)؛ یہ سدی کا قول ہے۔ مقاتل بن حیان نے کہا: دو طور ہیں ان میں سے ایک کو طور سینا اور دوسرے کو طور زیتا کہتے ہیں(4)۔ کیونکہ یہ دونوں پہاڑ انجیر اور

1۔ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجهر في المغرب، جلد 1، صفحہ 105

2۔ کنز العمال، جلد 12، صفحہ 311، حدیث 35121۔ (زائد الفاظ کے ساتھ)

3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 376

4۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 185

زیتون کو اگاتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مدین میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام زبیر ہے۔ زبیر وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی۔

میں کہتا ہوں: مدین ارض مقدسہ میں ہے یہ حضرت شعیب علیہ السلام کا گاؤں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: طور سے مراد ہر وہ پہاڑ ہے جو کسی چیز کو اُگائے اور جو کسی چیز کو نہ اگائے طور نہیں؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ سورۂ بقرہ میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے۔

وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ مسطور کا معنی مکتوب ہے (1) یعنی قرآن جسے مومن مصاحف سے پڑھتے ہیں اور ملائکہ لوح محفوظ سے پڑھتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌ ۝ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ (الواقعہ) ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد تمام سماوی کتب ہیں جو انبیاء پر نازل ہوئیں۔ ہر کتاب کاغذ میں لکھی ہوتی جسے پڑھنے کے لیے کتاب والے کھولتے۔ کلبی نے کہا: مراد وہ تورات ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اپنے دست قدرت سے لکھا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم چلنے کی آواز سن رہے تھے (2)۔ فراء نے کہا: مراد اعمال کے صحیفے ہیں کچھ اپنی کتاب دائیں ہاتھ میں پکڑیں گے اور کچھ اپنی کتاب بائیں ہاتھ میں پکڑیں گے (3)؛ اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ نُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ (الاسراء) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ (التکویر) ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لیے آسمان میں لکھا وہ اس میں پڑھتے ہیں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ ایک قول یہ ہے: مراد ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں سے اولیاء کے دل میں جو کچھ لکھا اس کی وضاحت اس ارشاد میں ہے: اُولٰٓىِٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ (المجادلہ: 22)

میں کہتا ہوں: اس قول میں مجازی قاعدہ جاری ہو رہا ہے کیونکہ قلوب کو رق سے تعبیر کیا۔ مبرد نے کہا: رق سے مراد وہ جلد ہے جسے باریک کیا جاتا ہے تاکہ اس پر لکھا جائے۔ منشور کا معنی ہے جس کو پھیلایا جائے۔ جوہری نے صحاح میں اسی طرح کہا ہے کہا: رق جب فتحہ کے ساتھ ہو اسے کہتے ہیں جس میں لکھا جائے یہ باریک چمڑا ہوتا ہے؛ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ (الطور) الرق کا معنی بڑا کچھوا بھی ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا: اس کی جمع رقوق آتی ہے معنی وہی مراد ہے جو فراء نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ہر صحیفہ رق ہوتا ہے کیونکہ اس کے حواشی رقیق ہوتے ہیں۔ اسی سے متلمس کا قول ہے:

فکانّها هی من تقادم عهدها رَقٌّ أُتیح کتابها مسطور

جہاں تک رَق کا تعلق ہے اس سے مراد ملک ہے کہا جاتا ہے: عبد مرقوق۔ ماوردی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رَق فتحہ کے ساتھ ہو تو اس سے مشرق و مغرب کا درمیان ہے (4)۔

1۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 3، صفحہ 242
2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 232
3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 377
4۔ ایضاً

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۞ حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور دوسرے علماء نے کہا: یہ آسمان میں بیت اللہ شریف کے بالمقابل ایک گھر ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر اس سے نکلتے ہیں اور دوبارہ نہیں آتے (1)۔ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ چھٹے آسمان میں گھر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ چوتھے آسمان میں ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے چوتھے آسمان میں لایا گیا تو ہمارے لیے بیت معمور کو اٹھایا گیا یہ کعبہ شریف کے بالمقابل ہے اگر گرے تو کعبہ شریف پر گرے ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ جب اس سے نکلتے ہیں تو واپس نہیں آتے'' (2)۔ ماوردی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ قشیری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حکایت بیان کی ہے: یہ آسمان دنیا میں ہے۔ ابوبکر انباری نے کہا: ابن کواء نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے پوچھا: بیت معمور کیا ہے؟ فرمایا: سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے بیت ہے جسے ضراح کہتے ہیں؛ صحاح میں اسی طرح ہے۔ ضراخ ضمہ کے ساتھ آسمان میں ایک کمرہ ہے جسے بیت معمور کہتے ہیں (3)؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس کے مکین فرشتے ہیں۔

مہدوی نے ان سے روایت نقل کی ہے؛ یہ عرش کے بالمقابل ہے۔

حدیث اسراء میں صحیح مسلم میں حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں: ''پھر مجھے بیت معمور کی طرف بلند کیا گیا، میں نے پوچھا: اے جبریل! یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ بیت معمور ہے، ہر روز اس سے ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جب اس سے نکلتے ہیں تو آخر وقت تک اس کی طرف نہیں لوٹتے'' (4)۔ اور حدیث ذکر کی۔

حضرت ثابت کی حدیث جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس براق لایا گیا'' اس میں ہے'' ہمیں ساتویں آسمان کی طرف لے جایا گیا حضرت جبریل امین نے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا تو پوچھا گیا: کون ہے؟ جواب دیا: جبریل۔ پوچھا گیا: تیرے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پوچھا گیا: ان کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: ان کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے۔ ہمارے لیے دروازہ کھولا گیا تو میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا وہ بیت معمور سے ٹیک لگائے ہوئے تھے اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں وہ دوبارہ اس کی طرف لوٹ کر نہیں آتے'' (5)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے پندرہ گھر ہیں سات آسمانوں میں اور سات زمینوں میں ہیں اور ایک کعبہ ہے وہ سب گھر کعبہ کے بالمقابل ہیں۔

1۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 23 — 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 377 — 3۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 186

4۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ الی السموات، جلد 1، صفحہ 94 — 5۔ ایضاً

حضرت حسن بصری نے کہا: بیت معمور سے مراد کعبہ ہی ہے بیت معمور وہی ہے جسے لوگ آباد کرتے ہیں ہر سال ساٹھ ہزار افراد اس کی زیارت کرتے ہیں اگر لوگ یہ تعداد پوری کرنے سے عاجز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ساتھ ان کی تعداد کو پورا کر دیتا ہے۔ یہ پہلا گھر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زمین میں عبادت کے لیے معین فرمایا ہے(1)۔

ربیع بن انس نے کہا: بیت معمور حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں زمین میں کعبہ مشرفہ کی جگہ پر تھا جب حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آیا حضرت نوح علیہ السلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بیت معمور کا حج کریں تو لوگوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور آپ کی نافرمانی کی جب پانی سرکش ہو گیا تو بیت معمور کو اٹھا لیا گیا تو اسے اسی کے بالمقابل آسمان دنیا میں رکھ دیا گیا ہر روز ستر ہزار فرشتے اس کی زیارت کرتے ہیں پھر صور پھونکنے تک اس کی طرف نہیں لوٹتے۔ جہاں یہ بیت تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہاں ہی ٹھکانہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (الحج)

وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ آسمان کو سقف کا نام دیا کیونکہ یہ زمین کے لیے اسی طرح ہے جس طرح کمرہ کے لیے چھت ہوتی ہے(2) اس کی وضاحت اس ارشاد میں ہے: وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (الانبیاء:32) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد عرش ہے جو جنت کی چھت ہے۔

وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ مجاہد نے کہا: مراد روشن کیا گیا ہے(3)۔ حدیث میں آیا ''سمندر کو قیامت کے روز گرم کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ آگ ہو جائے گا''(4)۔ قتادہ نے کہا: اس کا معنی بھرا ہوا ہے۔ نحویوں نے نمر بن ثواب کا شعر پڑھا:

إذا شاء طالعَ مَسْجُورةً تَرَى حَولَها النَّبْعَ والسَّاسَمَا(5)

جب وہ چاہتا ہے وہ بھرے ہوئے چشمے پر جا پہنچتا ہے تو اس چشمہ کے گرد نبع اور سا سم کے درخت اگے ہوئے دیکھے گا۔

شاعر پہاڑی بکرے کا ارادہ کرتا ہے جو ایسے چشمے پر وارد ہوتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ وہ آگ سے بھرا ہوا ہو۔ تو یہ پہلے قول کی طرح ہوگا۔ ضحاک، شمر بن عطیہ، محمد بن کعب اور اخفش نے اسی طرح کہا ہے کہ وہ گرم چولہا ہوگا جس طرح روشن تنور ہوتا ہے اس معنی میں یہ قول کیا جاتا ہے کہ مسعر، مسجر ہے اس تاویل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (التکویر) جب سمندروں کو روشن کیا جائے گا۔ یہ جملہ بولتے ہیں: سجرت التنور أسجره سجرا میں نے تنور کو گرم کیا۔

سعید بن مسیب نے کہا: حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے فرمایا جہنم کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: سمندر میں(6)۔ فرمایا: میں تجھے سچا خیال کرتا ہوں اور یہ آیت تلاوت کی وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ، وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سمندر سے وضو نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ جہنم کا ایک طبق ہے۔ کعب نے کہا: قیامت کے روز

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 79
2۔ تفسیر عبد الرزاق، جلد 3، صفحہ 243
3۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 186
4۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 408
5۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 186
6۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 408

سمندر کو گرم کیا جائے گا تو جہنم کی آگ میں اضافہ ہو جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مسجور اس سمندر کو کہتے ہیں جس کا پانی ختم ہو چکا ہو؛ یہ ابو العالیہ کا قول ہے۔ عطیہ اور ذورمہ شاعر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ایک لونڈی پانی لانے کے لیے نکلی اس نے کہا: إن الحوض مسجور حوض خالی ہے۔ ابن ابی داؤد نے کہا: ذی رمہ کی کوئی روایت نہیں مگر یہی روایت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مسجور کا معنی ہے جس کو کھول دیا گیا ہو، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝ (الانفطار) زمین اس کا پانی چوس لے گی تو اس میں پانی نہیں رہے گا۔ ایک تیسرا قول ہے جو حضرت علی شیر خدا اور عکرمہ سے مروی ہے ابو مکین نے کہا: میں نے عکرمہ سے بحر مسجور کے بارے میں پوچھا تو جواب دیا عرش کے نیچے سمندر ہے۔ حضرت علی شیر خدا نے کہا: یہ عرش کے نیچے ہے جس میں گاڑھا پانی ہے (1)۔ اس کو بحر حیوان کہتے ہیں جس سے بندے نفخہ اولی کے بعد چالیس دن تک نیچے اترتے رہیں گے تو وہ اپنی قبروں میں جنم لیں گے۔ ربیع بن انس نے کہا: مسجور سے مراد ہے جس میں میٹھا نمک کے ساتھ ملا ہوا ہو۔

میں کہتا ہوں: فُجِّرَتْ کا معنی دونوں تاویلوں میں سے ایک میں اس طرف لوٹتا ہے یعنی اس کا میٹھا اس کے نمکین میں ملا یا جائے گا (2)۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ مسجور کا معنی محبوس ہے۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ یہ جواب قسم ہے یعنی عذاب مشرکوں میں واقع ہونے والا ہے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا تا کہ میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کروں تو میں نے آپ کو مغرب کی نماز میں سورۂ طور کی تلاوت کرتے ہوئے پایا یہاں تک کہ آپ نے یہ آیت تلاوت کی اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ گویا میرا دل پھٹ گیا تو میں عذاب کے نزول کے ڈر سے مسلمان ہو گیا مجھے یہ گمان تک نہ تھا کہ میں یہاں سے اٹھ سکوں گا یہاں تک کہ مجھ پر عذاب نازل ہو جائے گا (3)۔

ہشام بن حسان نے کہا: میں اور مالک بن دینار، حضرت حسن بصری کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے پاس ایک آدمی سورۂ طور کی تلاوت کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ اس آیت تک پہنچا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ تو حضرت حسن بصری رونے لگے اور آپ کے ساتھی بھی رونے لگے (4)۔ مالک بن دینار بے چین ہو گئے یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔ جب بکار کو منصب قضا دیا گیا تو دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک پر قسم آتی تھی بکار دونوں میں صلح کی رغبت رکھتے تھے آپ اپنی جانب سے قسم کے بدلے اس کے خصم کو عوض دینا چاہتے تھے تو اس نے قسم کے سوا کسی چیز پر بھی انکار کر دیا تو آپ نے سورۂ طور کی ابتدائی آیات کے ساتھ اس سے قسم اٹھوائی یہاں تک کہ اسے فرمایا:

1۔ معالم التنزیل، جلد 5 صفحہ 232
2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 186
2۔ معالم التنزیل، جلد 5 صفحہ 233
4۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 79

کہہ اگر میں جھوٹا ہوں تو تیرے رب کا عذاب واقع ہو اس آدمی نے یہ کلمات کہے وہ باہر نکلا تو اسی لمحہ اس کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ﴿۱۵﴾ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾

''جس روز آسمان بری طرح تھرتھرا رہا ہوگا اور پہاڑ (اپنی جگہ چھوڑ کر) تیزی سے چلنے لگیں گے۔ پس بربادی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لیے جو محض تفریح طبع کے لیے فضول باتوں میں لگے رہتے ہیں اور اس روز انہیں دھکے دے کر آتش جہنم میں پھینک دیا جائے گا (انہیں کہا جائے گا) یہی وہ آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ کیا یہ (آگ) جادو (کا کرشمہ) ہے یا تمہیں یہ نظر ہی نہیں آ رہی اس میں (تشریف لے) چلو اب چاہے صبر کرو یا نہ کرو دونوں برابر ہیں تمہارے لیے تمہیں اس کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے''۔

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ یوم میں عامل ''واقع'' ہے یعنی قیامت کے روز ان پر عذاب واقع ہوگا یہ وہ دن ہے جس میں آسمان تھرتھرائے گا۔ اہل لغت نے کہا: مار الشئ یمور مورا اس نے حرکت کی وہ آیا اور وہ گیا۔ جس طرح کھجور کا لمبا درخت حرکت کرتا ہے تموّر اس کی مثل ہے۔ ضحاک نے کہا: ان میں سے بعض بعض میں موجیں مار رہے ہوں گے(1)۔ مجاہد نے کہا: وہ چکر لگا رہے ہوں گے(2)۔ ابو عبیدہ اور اخفش نے کہا: وہ جھول رہے ہوں گے اور اعشیٰ کا شعر ذکر کیا:

كَأَنَّ مِشْيَتَها من بيتِ جارتِها مَوْرُ السَّحابةِ لا رَيْثٌ ولا عَجَلُ(3)

اس کی چال اس کے پڑوس کے گھر سے بادل کے جھولنے کی طرح ہوتی ہے نہ بہت سست اور نہ بہت تیز۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ تیزی سے چلتے ہیں؛ اس معنی میں جریر کا قول ہے:

وما زالتِ القتلَى تمور دِماؤُهَا بِدجلةَ حتَّى ماءُ دجلةَ أشْكَلُ(4)

مقتولوں کے خون دجلہ میں تیزی سے بہتے ہیں یہاں تک کہ دجلہ کا پانی رنگین ہو گیا'۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس روز آسمان حرکت کریں گے اور مضطرب ہوں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں اس کے اہل گردش کریں گے اور ایک دوسرے میں موجزن ہوں گے۔ مور کا معنی راستہ ہے اس معنی میں طرفہ کا قول ہے: ناقة مورا ۃ الید ایسی اونٹنی جو تیز رفتار ہو۔ البعیر یمور عضداہ ایسا اونٹ جس کے دونوں بازو متردد ہو جائیں۔ عربوں کا قول ہے: لا أدري أغار أم مار میں نہیں جانتا کہ وہ گہرائی کی طرف گیا ہے یا گھوم گیا اور بلند جگہ کی طرف لوٹ گیا۔ مور جب میم کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد ہوا کے ساتھ غبار ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہاں السماء سے مراد فلک ہے(5) اس

1۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 28
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 379
3۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 27
4۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 379
5۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 380

کے مور سے مراد اس کے نظم کا مضطرب ہونا ہے اور خیال میں اختلاف واقع ہونا ہے؛ یہ ابن بحر نے کہا ہے۔ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا۝ مقاتل نے کہا: وہ اپنی جگہوں سے چلتے ہیں یہاں تک کہ زمین کے ساتھ برابر ہو جاتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ آج اس طرح چلتے ہیں جس طرح بادل دنیا میں چلتے ہیں؛ اس کی وضاحت ہے وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (النمل: 88)۔ یہ بحث سورۂ کہف میں گزر چکی ہے۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝ ویل ایسا کلمہ ہے جو ہلاک ہونے والے کے لیے کہا جاتا ہے اس پر فاء داخل ہوئی کیونکہ کلام میں مجازات کے معنی پائے جاتے ہیں۔ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ۝ وہ باطل میں گھوم پھر رہے ہیں وہ ان کا حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تکذیب میں ہی لگے رہنا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اسباب دنیا میں ہی لگے رہتے ہیں وہ حساب و جزا کا ذکر نہیں کرتے۔ سورۂ براءت میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ، یہ یوم یَوْمَئِذٍ سے بدل ہے ویدعون اس کا معنی ہے انہیں شدت اور سختی کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیلا جاتا ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: دععته أدعه دعا میں نے اسے دھکیلا؛ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ۝ (الماعون) تفسیر میں ہے جہنم کے داروغے ان کے ہاتھوں کو ان کی گردنوں کے ساتھ جکڑ دیں گے ان کی پیشانیوں کو ان کے قدموں کے ساتھ جمع کر دیں گے، پھر انہیں منہ کے بل جہنم میں پھینک دیں گے یہاں تک کہ وہ آگ میں جا پہنچیں گے۔ ابورجا عطاردی اور ابن سمیقع نے اسے تخفیف کے ساتھ يَوْمَ يُدْعَوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا۝ پڑھا ہے یہ دعا سے مشتق ہے جب وہ آگ کے قریب ہوں گے تو داروغے انہیں یہ کہیں گے: هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ۝

اَفَسِحْرٌ هٰذَآ ہمزہ استفہامیہ ہے اس کا معنی توبیخ و انکار ہے یعنی انہیں کہا جائے گا: جسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کیا یہ جادو ہے؟ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ۝ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ام، بل کے معنی میں ہے یعنی بلکہ تم دنیا میں نہیں دیکھتے تھے اور سمجھ بوجھ نہیں رکھتے تھے۔

اِصْلَوْهَا انہیں جہنم کے داروغے کہتے ہیں: اس میں داخل ہو کر اس کی گرمی کو چکھو۔ فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اس میں تمہارا صبر ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ سواء کی خبر محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہوگی سواء علیکم الجزع والصبر فلا ینفعکم شیء یعنی جزع اور صبر تمہارے لیے برابر ہے کوئی چیز تمہیں نفع نہ دے گی، جس طرح ان کے بارے میں یہ خبر دی کہ وہ کہیں گے: سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا (ابراہیم: 21)

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ تم عمل کرتے رہے ہو۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ۝ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ۝

''بے شک پرہیزگار (اس روز) باغوں میں نعمتوں میں ہوں گے شاد و مسرور ان نعمتوں پر جو انہیں ان کے

رب نے دی ہوں گی اور بچا لیا ان کے رب نے انہیں دوزخ کے عذاب سے۔ (حکم ملے گا) کھاؤ پیو خوب مزے لے لے کر ان (نیکیوں) کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے بچھے ہوئے پلنگوں پر اور ہم انہیں بیاہ دیں گے گوری گوری آہو چشموں سے"۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَعِيْمٍ ۝ جب کفار کا حال ذکر کیا تو مومنین کا حال بھی ذکر کیا۔ فٰكِهِيْنَ کثیر پھلوں والے۔ یہ کہا جاتا ہے: رجل فاکه یعنی پھل والا جس طرح لابن اور تامر کہا جاتا ہے دودھ والا اور کھجور والا، یعنی یہ نسبت کا معنی دیتا ہے۔ شاعر نے کہا:

و غَرَرْتَنِي وزعمتَ أَنَّكَ　لَابِنٌ بالصَّيْفِ و تَامِرُ(1)

تو نے مجھے دھوکہ دیا اور تو نے گمان کیا کہ تو موسم گرما میں دودھ والا اور کھجور والا ہے۔

یہاں بھی لابن اور تامر، ذولبن اور ذوتمر کے معنی میں ہے۔ حضرت حسن بصری اور دوسرے قراء نے فکھین الف کے بغیر پڑھا ہے اس کا معنی ہے خوش وخرم (2)۔ حضرت ابن عباس اور دوسرے علماء کے قول میں ہے: کہا جاتا ہے فکه الرجلُ فهوفَكِه جب اس کی طبیعت اچھی اور مزاح کی حالت ہو۔ فکه کا معنی انتہائی حریص اور متکبر بھی ہے۔ سورۃ الدخان میں اس کے بارے میں گفتگو گزر چکی ہے۔ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ یعنی ان کے رب نے انہیں جو عطا کیا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا انہیں یہ بات کہی جائے گی: کھاؤ پیو۔ هَنِيْٓـًٔۢا مبارک ہو جس میں محروی اور کدورت نہیں۔ زجاج نے کہا: جس طرف تم جا رہے ہو وہ تمہیں مبارک ہے۔ هَنِيْٓـًٔۢا کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تقدیر کلام یہ ہے متعتم بنعيم الجنة أمتاعا هنيأ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کلوا واشربوا هنئتم هنيأ یہ مفعول مطلق ہے اور مصدر کی صفت بن رہا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: هَنِيْٓـًٔۢا کا معنی ہے حلال۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں کوئی اذیت اور سر درد نہیں ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مبارک ہو تم کو موت نہیں آئے گی کیونکہ وہ چیز جو باقی نہ رہے یا انسان جس کے ساتھ باقی نہ رہے وہ طبیعت کو منقبض کرنے والی اور غیر مبارک ہوتی ہے۔

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ، سُرُرٍ، سریر کی جمع ہے کلام میں حذف ہے تقدیر کلام یہ ہے متکئین علی نمارق سرر، مصفوفة ابن اعرابی نے کہا: معنی ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ وہ ایک صف بن گئے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے "وہ آسمان میں اتنے اتنے طویل صف در صف ہیں جب بندہ ان پر بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ نیچے ہو جاتے ہیں جب وہ اس پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ اپنی حالت میں ہو جاتے ہیں"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ سونے کے پلنگ ہیں جن پر زبرجد، موتیوں اور یاقوت کے تاج ہیں اور ایک پلنگ مکہ مکرمہ اور ایلہ کے درمیان مسافت کے برابر ہے۔

وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ یعنی ہم نے جنتیوں کو ان حوروں کا ساتھی بنا دیا ہے۔ یونس بن حبیب نے کہا: عرب کہتے ہیں زوجت امراۃ وتزوجت امراۃ۔ کلام عرب میں یہ نہیں تزوجت بأمرة۔ کہا: اللہ تعالیٰ کا جو یہ فرمان وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ

1۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 31　2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 80

یعنی ہم نے انہیں حورعین کا ساتھی بنا دیا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے تعلق رکھتا ہے: اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ (الصافات:22) یہاں ازواج سے مراد ان کے ساتھی ہیں۔

فراء نے کہا: تزوجت بامراۃ یہ ازد شنوءۃ میں ایک لغت ہے۔ حورعین کے بارے میں گفتگو پہلے گزر چکی ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ کُلُّ امْرِیًٔۢ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ ﴿۲۱﴾ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاکِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا کَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْهَا وَ لَا تَاْثِیْمٌ ﴿۲۳﴾ وَ یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ کَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ہم ملائیں گے ان کے ساتھ ان کی اولاد کو اور ہم کمی نہیں کریں گے ان کے عملوں (کی جزاء) میں ذرہ بھر، ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں اسیر ہوگا۔ اور ہم مسلسل دیتے رہیں گے انہیں ایسے میوے اور گوشت جو وہ پسند کریں گے۔ وہ چھینا جھپٹی کریں گے وہاں جام شراب پر (لیکن) اس میں نہ لغویت ہوگی اور نہ گناہ۔ اور (خدمت بجالانے کے لیے) چکر لگاتے ہوں گے ان کے گرد ان کے غلام (اپنے حسن کی باعث) یوں معلوم ہوگا گویا وہ چھپے موتی ہیں"۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ عام قرأت واتبعتهم ہے ہمزہ وصلی، تاء مشدد، عین مفتوحہ اور تاء ساکن۔ ابو عمرو نے وَاَتْبَعْنٰهُمْ پڑھا ہے ہمزہ قطعی تاء اور عین ساکن اور نون۔ وہ اسے الحقنابهم پر قیاس کرتے ہیں تاکہ کلام ایک ہی طریقہ پر رہے۔ جہاں تک پہلے ذُرِّیَّتُهُمْ کا تعلق ہے تو ابن عامر، ابو عمرو اور یعقوب نے جمع کے ساتھ پڑھا ہے اور اسے نافع سے پڑھا ہے مگر ابو عمرو نے تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے یونکہ مفعول ہے باقی نے اسے ضمہ دیا ہے باقی قراء نے اسے واحد کا صیغہ اور تاء کو ضمہ دیا ہے نافع سے بھی یہی مشہور ہے جہاں تک دوسرے لفظ ذریۃ کا تعلق ہے تو نافع، ابن عامر، ابو عمرو اور یعقوب نے تاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے کہ یہ جمع کا صیغہ ہے۔ باقی نے اسے واحد کا صیغہ اور تاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کے معنی میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چار روایات مروی ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو جنت میں اس کے درجہ میں بلند فرمائے گا اگرچہ اولاد درجہ میں اس سے کم ہو تاکہ ان کے ساتھ ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور اس آیت کی تلاوت کی (1)۔ نحاس نے ناسخ و منسوخ میں اسے مرفوع نقل کیا ہے۔ سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو جنت میں اس کے درجہ میں بلند فرما دے گا اگرچہ وہ اپنے عمل کے ساتھ اس درجہ تک نہیں پہنچیں گے تاکہ ان کے ساتھ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو" (2)۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ۔

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 234، (روایت بالمعنی)
2۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر، جلد 7، صفحہ 246، حدیث 11370

ابوجعفر نے کہا: حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع ہوگئی اس طرح ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنی جانب سے یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ اس امر کی خبر دینا ہے جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا ہے۔

زمخشری نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کے لیے مختلف قسم کے سرور جمع فرما دے گا ان کی ذاتوں میں سعادت رکھ دے گا، حورعین کے ساتھ ان کو جمع کرے گا، مومن بھائیوں کے ساتھ موانست پیدا کر دے گا اور ان کی اولاد اور ان کی نسل کو ان کے ساتھ جمع کر دے گا(1)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے ساتھ اس کی چھوٹی اولاد کو لاحق کر دے گا جو ایمان لانے کی حد کو نہیں پہنچیں ہوگی (2)؛ یہ مہدوی کا قول ہے۔ ذریۃ کا لفظ چھوٹوں اور بڑوں سب پر بولا جاتا ہے۔ اگر تو یہاں ذریۃ سے مراد چھوٹی اولاد لے تو بِاِیْمَانٍ کا قول دونوں مفعولوں سے حال ہوگا تو تقدیر کلام یہ ہوگی بایمان من الآباء اگر ذریۃ سے مراد بڑی اولاد لے تو بِاِیْمَانٍ کا لفظ دونوں فاعلوں سے حال ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک تیسرا قول بھی ہے کہ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد مہاجرین و انصار ہیں اور ذریۃ سے مراد تابعین ہیں۔ آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے: اگر آباء درجہ میں بلند ہوئے تو اللہ تعالیٰ بیٹوں کو بھی آباء تک بلند کر دے گا، اگر بیٹے بلند درجہ کے حامل ہوئے تو اللہ تعالیٰ آباء کو بیٹوں کی طرف بلند فرما دے گا(3)۔ آباء ذریۃ کے اسم میں داخل ہوں گے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ (یٰسین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے: وہ اس روایت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ”جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ان میں سے کوئی اپنے والدین، اپنی بیوی اور اپنی اولاد کے بارے میں پوچھے گا تو انہیں کہا جائے گا: انہوں نے وہ رتبہ نہیں پایا جو تو نے رتبہ پایا ہے۔ تو عرض کرے گا: اے میرے رب! میں نے اپنے لیے اور ان کے لیے عمل کیا تو ان کو اس کے ساتھ لاحق کرنے کا حکم دے دیا جائے گا“ (4)۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے والدین کے بارے پوچھا جو دور جاہلیت میں فوت ہو گئے تھے تو آپ نے مجھے فرمایا: ”وہ دونوں آگ میں ہیں“۔ جب آپ نے میرے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے فرمایا: ”اگر تو ان کے مکان کو دیکھے تو تو ان سے بغض رکھنے لگے“۔ پوچھا: یا رسول اللہ! میرا وہ بچہ جو آپ سے ہوا؟ فرمایا: ”وہ جنت میں ہے“ پھر فرمایا: ”مومن اور ان کی اولادیں جنت میں ہوں گی اور مشرک اور ان کی اولادیں آگ میں ہوں گی“۔ پھر اس آیت وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... کی تلاوت کی۔

وَمَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ یعنی ہم نے بیٹوں کے اعمال کے ثواب میں ان کی عمروں کے کم ہونے کی وجہ سے

1۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 411　2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 189　3۔ ایضاً

4۔ مجمع الزوائد، کتاب الجہاد والسیر، فداء المشرکین، جلد 7، صفحہ 246، حدیث 11369

کوئی کمی نہیں کی اور بیٹوں کو ان کے آباء کے ساتھ لاحق کرنے کی وجہ سے ان کے آباء کے اعمال کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس تاویل کی صورت میں **ھم** ضمیر ذریۃ کے لیے ہوگا۔ ابن کثیر نے اسے وما التناھم پڑھا ہے باقی قراء نے اسے کوفتحہ دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے: آلتناھم لا کے ساتھ ہے۔ ابن اعرابی نے کہا: التہ، یالتہ التا آلتہ یؤلتہ ایلاتا، لاتہ یلیتہ لیتا سب کا معنی ہے جب اس میں کمی کرے۔

صحاح میں ہے: ولاتہ عن وجھہ یلوتہ ویلیتہ اس کو سامنے سے روک دیا اور اسے پھیر دیا اسی طرح الاتہ عن وجھہ مجرد اور مزید دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: ما الاتہ من عملہ شیئا میں نے اس کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہ کی۔ یہ بھی اللہ کی طرح ہے سورۂ حجرات میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

كُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا كَسَبَ رَهِیْنٌ ایک قول یہ کیا گیا: وہ جہنمیوں کی طرف لوٹے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جہنمی اپنے اعمال کے بدلے میں رکھ دیئے گئے ہیں اور جنتی اپنی جنت کی طرف لوٹ جائیں گے؛ اسی وجہ سے فرمایا: **كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّاۤ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ﴿۳۹﴾** (المدثر) ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ہر انسان کو عام ہے اسے اپنے عمل کے بدلے میں رہن رکھا گیا ہے۔ کسی کے عمل کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی جہاں تک عمل پر زیادتی کا مسئلہ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضل و احسان ہے۔ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ حکم اس ذریت کے بارے میں ہو جو ایمان نہ لائی ہو وہ اپنے مومن آباء کے ساتھ لاحق نہیں کیے جائیں گے بلکہ وہ اپنے کفر کے بدلے میں محبوس ہوں گے۔

وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ یعنی ہم ان کے اعمال سے بڑھ کر انہیں یہ کثیر چیزیں دیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے زیادتی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ انہیں وہ وہ چیزیں عطا فرمائے گا جس کے وہ مستحق نہ تھے۔

یَتَنَازَعُوْنَ فِیْهَا كَاْسًا وہ جام ایک دوسرے سے لیں گے وہ جنت میں مومن، اس کی بیویاں اور ان کے خادم ہوں گے۔ کاس شراب کا برتن ہے ہر وہ برتن جو شراب وغیرہ سے بھرا ہوا ہو، جب وہ خالی ہو تو اسے کاس نہیں کہتے۔ لغت میں تنازع اور کاس کی تائید اخطل کا شعر کرتا ہے:

وشَارِب مُرْبِح بالكَأْس نَادَمَنِي　لا بالْحَصُور ولافيها بِسَوَّارِ (1)

نَازَعْتُه طَيِّبَ الرَّاحِ الشَّمُولِ وَقَدْ　صَاحَ الدَّجَاجُ وحَانَتْ وَقْعَةُ السَّارِی

بھرے ہوئے جام پینے والا میرا ندیم ہے تنگ دل بخیل میرا ندیم نہیں اور نہ شراب کو برتن میں چھوڑنے والا۔ میں نے عمدہ خوشبو والی شراب اس سے لی جب کہ مرغ اذان دے رہا تھا اور رات کے وقت چلنے والے کے گرنے کا وقت ہو چکا تھا۔

امراء القیس نے کہا۔

فَلَمَّا تَنَازَعْنا الحديث

”جب ہم نے باہم گفتگو کی“۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 382

سورۂ صافات میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

لَّا لَغْوٌ فِيهَا، ھا ضمیر سے مراد کاس ہے یعنی ان میں کوئی لغویات نہیں ہوگی۔

وَلَا تَأْثِيمٌ نہ اس میں کوئی گناہ ہوگا۔ تَأْثِيمٌ یہ اثم سے تفعیل کا وزن ہے یعنی وہ جام انہیں گناہ گار نہیں بنائے گا کیونکہ یہ ان کے لیے مباح ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: فِيهَا میں ھا ضمیر جنت کے لیے ہے۔ ابن عطاء نے کہا: اس مجلس میں کون سی بات ہوسکتی ہے جس کا محل جنت عدن ہو(1)، اس کے ساقی فرشتے ہوں، ان کا مشروب الله کے ذکر پر ہو، ان کی خوشبو اور سلام الله تعالیٰ کی جانب سے ہو اور قوم الله تعالیٰ کی مہمان ہو۔ وَلَا تَأْثِيمٌ یعنی کوئی جھوٹ نہیں (2)؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

ضحاک نے کہا: وہ ایک دوسرے سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ ابن کثیر، ابن محیصن اور ابو عمرو نے کہا: لَا لَغْوَ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمَ یعنی آخر کو فتحہ دیا ہے باقی قراء نے اسے مرفوع پڑھا ہے۔ یہ بحث سورۂ بقرہ آیت 254 میں وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ میں گزر چکی ہے۔ الحمدلله

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ ان کے غلام پھلوں، تحفوں، کھانوں اور مشروبات کے ساتھ گردش کناں ہوں گے اس کی دلیل ہے يُطَافُ عَلَيْهِم بِصِحَافٍ مِّن ذَهَبٍ (الزخرف:71) يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ (الصافات) کہا گیا: یہ غلمان ان کی وہ اولادیں ہوں گی جو ان سے پہلے فوت ہوگئے تھے۔ الله تعالیٰ نے ان کے ساتھ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد وہ خادم ہیں جو دوسروں کی اولادوں میں سے الله تعالیٰ نے ان کا خادم بنایا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد وہ غلمان ہیں جو جنت میں پیدا کیے گئے۔ کلبی نے کہا: وہ کبھی بھی بڑی عمر کے نہیں ہوں گے۔

كَأَنَّهُمْ وہ حسن اور سفیدی میں۔ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ صدف میں چھپے موتی ہیں۔ مکنون کا معنی محفوظ ہے۔ الله تعالیٰ کا فرمان ہے: يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ (الواقعہ) ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد مشرکوں کی اولاد ہے وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے، جنت میں کوئی تھکاوٹ اور ان کو خدمت کی کوئی حاجت نہ ہوگی لیکن یہ خبر دی کہ وہ صد درجہ کی نعمت میں ہوں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان أدنى أهل الجنة منزلة من ينادى الخادم من خدمه فيجيبه ألف كلهم لبيك لبيك(3) جنتیوں میں کم درجہ کا جنتی جب اپنے خادموں میں سے کسی خادم کو بلائے گا تو ایک ہزار اس کو جواب دے گا سب کہیں گے: لبیک لبیک۔

حضرت عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مامن أحد من أهل الجنة إلا يسعى عليه ألف غلام كل غلام على عمل ليس عليه صاحب(4) ہر جنتی کے لیے ایک ہزار غلام بھاگ دوڑ کر رہا ہوگا ہر غلام ایسے کام میں مصروف ہوگا جس میں دوسرا مصروف نہیں ہوگا۔

1۔ تفسیر سلمی، جلد 2، صفحہ 281
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 383
3۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 412
4۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 236

حضرت حسن بصری سے مروی ہے صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! جب خادم موتی کی طرح ہیں تو مخدوم کی حالت کیا ہوگی (1)؟ فرمایا: ما بینهما کما بین القمر لیلة البدر و بین أصغر الکواکب دونوں کے درمیان اتنا فرق ہوگا جتنا فرق چودہویں کے چاند اور سب سے چھوٹے ستارے کے درمیان ہوتا ہے۔

کسائی نے کہا: کننت الشیء کا معنی ہے میں نے اس پر پردہ ڈالا اور سورج سے اسے محفوظ کر دیا۔ آکننته فی نفسی میں نے اسے چھپا دیا۔ ابوزید نے کہا: کننته و اکننته دونوں کا معنی ایک ہے خواہ کسی پردہ میں چھپائیں یا اپنی ذات میں چھپائیں، تو کہتا ہے: کَنَنْتُ العِلمَ واکننته هو مَکنون و مُکَنّ۔ کننتُ الجاریةَ واکننتُها فهی مکنونة و مُکَنَّة۔

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۲۵ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ۝۲۶ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝۲۷ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ۝۲۸

"اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے کہیں گے ہم بھی اس سے پہلے اپنے اہل خانہ میں (اپنے انجام کے بارے میں) سہمے رہتے تھے۔ سو بڑا احسان فرمایا اللہ نے ہم پر اور بچا لیا ہے ہمیں گرم لو کے عذاب سے۔ بے شک ہم پہلے بھی (دنیا میں) اس سے دعا کیا کرتے تھے، یقیناً وہ بہت احسان کرنے والا، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے"۔

وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب انہیں قبروں سے اٹھایا جائے گا تو وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ جنت میں اس تھکاوٹ اور عاقبت کے اس خوف کا ذکر کریں گے جو دنیا میں انہیں لاحق ہوتی تھی اور خوف کے ختم ہونے پر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے (3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ ایک دوسرے کو کہیں گے تو اس بلند مقام پر کیسے پہنچا۔

قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ۝ ہر مسؤل اپنے سائل سے یہی بات کرے گا یعنی ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا کرتے تھے۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا اللہ تعالیٰ نے جنت اور مغفرت عطا فرما کر ہم پر احسان کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: توفیق اور ہدایت دے کر ہم پر احسان کیا گیا۔ وَ وَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ حضرت حسن بصری نے کہا: سموم جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور جہنم کے طبقوں میں سے ایک طبقہ ہے (4)۔ ایک قول یہ کیا گیا: مراد جہنم ہے جس طرح تو اسے جہنم کہتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد ہے نار عذاب السموم، سموم سے مراد گرم ہوا ہے یہ لفظ مونث استعمال ہوتا ہے یہ جملہ ذکر کیا جاتا ہے سم یومنا فهو مسموم اس کی جمع سمائم آتی ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا: سموم ہوا دن کے وقت ہوتی ہے اور کبھی رات کے وقت بھی

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 80
2۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 38
3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 236
4۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 80

ہوتی ہے۔ حرور ہوارات کے وقت ہوتی ہے اور کبھی دن کے وقت ہوتی ہے سموم کا لفظ کبھی کبھی سردی کی لپک کے لیے بولا جاتا ہے جب کہ اصل میں یہ گرمی اور سورج کی لپک کے لیے اکثر بولا جاتا ہے۔ راجز نے کہا:

اليومُ يومٌ باردٌ سُمومُهْ　مَنْ جَزِعِ اليومَ فلا أَلُومهْ(1)☆

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ہم اس سے قبل دنیا میں اس سے دعا کیا کرتے تھے کہ وہ ہمارے گناہوں کی بخشش فرما کر ہم پر احسان فرمائے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نَدْعُوْهُ، معنی نعبدہ ہے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ نافع اور کسائی نے اسے انه پڑھا ہے اصل میں لانه تھا۔ باقی قراء نے اسے اِنّه پڑھا ہے کیونکہ یہاں سے کلام شروع ہو رہی ہے۔ البر کا معنی لطیف ہے(2)؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس نے جو وعدہ کیا وہ اس میں سچا ہے(3)؛ یہ ابن جریج کا قول ہے۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾

"پس آپ سمجھاتے رہیے آپ اپنے رب کی مہربانی سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ کیا یہ (نابکار) کہتے ہیں کہ آپ شاعر ہیں (اور) ہم انتظار کر رہے ہیں ان کے متعلق گردش زمانہ کا۔ فرمایئے (ہاں ضرور) انتظار کرو پس میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں سے ہوں۔ کیا حکم دیتی ہیں انہیں ان کی عقلیں ان (مہمل) باتوں کا یا یہ لوگ ہی سرکش ہیں۔ کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود ہی (قرآن) گھڑ لیا ہے درحقیقت یہ بے ایمان ہیں۔ پس گھڑ کر لے آئیں وہ بھی اس جیسی کوئی (روح پرور) بات اگر وہ سچے ہیں"۔

فَذَكِّرْ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو قرآن کے ذریعے سمجھاتے رہیے۔ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ یعنی اپنے رب کی رسالت کا فریضہ سرانجام دینے کی وجہ سے کاہن نہیں کہ آپ خود ہی اپنی طرف سے قول گھڑتے ہیں اور وحی کے بغیر اگلے روز خبر دے دیتے ہوں۔ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اس میں ان کے قول کا رد کیا گیا ہے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کیا کرتے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے کہا تھا: وہ مجنون ہیں۔ شیبہ بن ربیعہ نے کہا تھا: وہ جادوگر ہیں۔ دوسرے نے کہا تھا: کاہن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جھلایا اور ان کا رد کیا، پھر یہ کہا گیا: فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ قسم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قسم آپ کاہن اور مجنون نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ قسم نہیں یہ کلام اسی طرح ہے جس طرح تو کہتا ہے: بحمد للہ آپ جاہل نہیں یعنی

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 383　2۔ ایضاً　3۔ ایضاً

☆ آج ایسا دن ہے جس کی سموم ٹھنڈی ہے جو آج گھبرا گیا میں اسے ملامت نہیں کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے تجھے اس امر سے بری کیا ہے۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ بلکہ وہ کہتے ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں۔ سیبویہ نے کہا: لوگوں سے اس کے ساتھ خطاب کیا گیا جو ان میں کلام جاری رہتی تھی۔ ابو جعفر نحاس نے کہا: یہ اچھی کلام ہے مگر غیر واضح ہے۔ سیبویہ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ کلام عرب میں اَمْ کا کلمہ ایک بات سے دوسری بات کی طرف نکلنے کے لیے ہے، جس طرح کہا:

أَتَهجُرُ غَانِيَةً أَمْ تَلِمْ

یہاں کلام مکمل ہوگئی پھر ایک دوسری بات کی طرف نکل گیا تو کہا

أَمِ الْحَبْلُ وَاهٍ بِهَا مُنْجَذِمْ

کتاب اللہ میں جو اس طرح کی کلام ہوتی ہے اس سے مراد تقریر، توبیخ اور ایک بات سے دوسری بات کی طرف نکلنا مقصود ہوتا ہے۔ نحوی اس (ام) کو بل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قتادہ نے کہا: کفار میں سے ایک قوم نے کہا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا انتظار کرو وہ تمہاری جانب سے اسے کافی ہو جائے گی، جس طرح موت فلاں قوم کے شاعر کو کافی ہوگئی تھی (1)۔ ضحاک نے کہا: وہ بنو عبدالدار تھے انہوں نے آپ کی طرف اس امر کو منسوب کیا تھا آپ شاعر ہیں، یعنی قریب ہی ہلاک ہو جائیں گے جس طرح ان سے پہلے شعراء ہلاک ہوئے ان کے والد جوانی میں فوت ہو گئے جس طرح ان کے والد فوت ہوئے ممکن ہے یہ بھی فوت ہو جائیں۔ اخفش نے کہا: تقدیر کلام یہ ہے نتربص به إلى ريب المنون تو حرف جار کو حذف کر دیا گیا؛ جس طرح تو کہتا ہے: **قصدت زيدا و قصدت الى زيد**۔ منون سے مراد حضرت ابن عباس کے قول میں موت ہے (2)۔ ابو الغول طہوی نے کہا:

هُمْ مَنَعُوا حِمَى الْوَقَبَى بِضَرْبٍ   يُؤَلِّفُ بينَ أَشْتَاتِ الْمَنُونِ(3)

منون سے مراد موتیں ہیں۔ شاعر کہتا ہے: بے شک ضرب (جنگ) ایسی قوموں کو جمع کر دیتی ہے جن کے علاقے الگ الگ ہوتے ہیں اگر ان کی موتیں ان کے اپنے اپنے علاقوں میں آتیں تو انہیں متفرق آتیں وہ ایک جگہ جمع ہو گئے تو موتیں انہیں اکٹھے آگئیں۔

سدی نے ابو مالک سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں: لفظ رَیْبَ قرآن حکیم میں جہاں کہیں ہے اس کا معنی شک ہے مگر سورۂ طور میں ایک جگہ شک کے معنی میں نہیں ہے: یعنی رَیْبَ الْمَنُوْنِ سے مراد حادثات زمانہ ہیں۔ شاعر نے کہا:

تَرَبَّصْ بها رَيْبَ الْمَنُونِ لَعَلَّها   تُطَلَّقُ يومًا أو يَموتُ حَلِيلُها(4)

یہاں بھی رَیْبَ الْمَنُوْنِ سے مراد حادثات زمانہ ہیں۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 384
2۔ تفسیر ابن عباس، جلد 2، صفحہ 828
3۔ ایضاً
4۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 40 (حاشیہ میں مکمل شعر ہے)

مجاہد نے کہا: رَيْبَ الْمَنُوْنِ سے مراد حادثات زمانہ ہیں (1)، منون سے مراد زمانہ ہی ہے؛ ابوذ وہیب نے کہا:

أَمِنَ الْمَنُونِ وَرَيْبِهِ تَتَوَجَّعُ وَالدَّهْرُ لَيس بِمُعْتِبٍ مَنْ يَجْزَعُ(2)

کیا تو حادثات زمانہ سے دکھی ہوتا ہے اور جو جزع فزع کرتا ہے زمانہ اس پر عتاب نہیں کرتا۔

اصمعی نے کہا: منون سے مراد رات اور دن ہے۔ ان دونوں کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں عمر کو کم کرتے ہیں اور اجل کو ختم کرتے ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ دہر (زمانہ) کو منون کہتے ہیں؛ کیونکہ زمانہ حیوان کی قوت کو ختم کر دیتا ہے؛ اسی طرح منیة ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا: دھر کو منون کہتے ہیں کیونکہ یہ قوت کو کمزور کرنے والا ہے۔ عربوں کا قول ہے: حبل منین کمزور رسی۔ منین سے مراد کمزور غبار ہے۔ فراء نے کہا: منون مؤنث ہے یہ واحد اور جمع ہے۔

اصمعی نے کہا: منون واحد ہے اس کی جمع نہیں آتی۔ اخفش نے کہا: یہ جمع ہے اس کا واحد نہیں۔ منون مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جس نے اسے مذکر قرار دیا ہے اس نے اس سے مراد دھر اور موت لی ہے جس نے اسے مؤنث قرار دیا ہے اس نے اسے معنی پر محمول کیا ہے گویا اس نے منیة مراد لی ہے۔

قُلْ تَرَبَّصُوْا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کہو تم انتظار کرو فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۞ میں بھی تمہارے بارے میں عذاب کا انتظار کرنے والا ہوں۔ انہیں غزوۂ بدر کے موقع پر تلوار سے عذاب دیا گیا۔

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ، احلام سے مراد ان کے عقول ہیں۔ ھذا سے مراد آپ کی ذات پر جھوٹ بولنا ہے۔

اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۞ یا بغیر عقل کے وہ سرکشی کرتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ام، بل کے معنی میں ہے۔ بلکہ انہوں نے سرکشی کرتے ہوئے کفر کیا اگرچہ ان کے لیے حق ظاہر ہوا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا وجہ ہے کہ آپ کی قوم ایمان نہیں لائی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت دانشمند ہونے سے بیان کی ہے؟ فرمایا: وہ ایسی عقلیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق نصیب نہیں فرمائی۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اَحْلَامُهُمْ سے مراد ان کے اذہان ہیں کیونکہ عقل کافر کو نہیں دی جاتی اگر اس کے پاس عقل ہوتی تو وہ ایمان لے آتا، کافر کو ذہن دیا جاتا ہے تو پس یہ ذہن اس پر حجت ہوتی ہے، ذہن عموماً علم کو قبول کرتا ہے، عقل علم میں تمیز پیدا کرتا ہے اور امر و نہی کی حدود کی مقادیر کا اندازہ لگاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: یا رسول اللہ! فلاں نصرانی کتنا دانشمند ہے؟ فرمایا: ایسا کہنے سے رک جا کافر کے ہاں عقل نہیں ہوتی کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۞ (الملک) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مروی حدیث میں ہے "ایسا کہنے سے رک جا کیونکہ عقل مند وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتا ہے" اسے ترمذی حکیم ابوعبداللہ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ وہ کہتے ہیں اس نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے مراد قرآن حکیم ہے۔ تقول سے مراد ایسا قول

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 384 2۔ ایضاً

ہے جس میں تکلف سے کام لیا گیا ہو۔ عموماً یہ لفظ جھوٹ میں استعمال کیا جاتا ہے یوں جملہ بولا جاتا ہے: قولتنی مالم اقل واقولتنی مالم اقل یعنی تو نے مجھ پر دعویٰ کیا۔ تقول علیہ یعنی اس پر جھوٹ بولا۔ اقتال علیہ اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہے شاعر نے کہا:

وَمَنْزِلَةٌ فِی دَارِ صِدْقٍ وَ غِبْطَةٍ　　وَمَا اقْتَالَ مِنْ حُكْمٍ عَلَیَّ طَبِیبُ

صدق اور رشک کے گھر میں مقام و مرتبہ ہے طبیب نے میرے بارے میں اپنی مرضی سے حکم نہیں لگایا۔

پہلا ام انکار کے لیے اور دوسرا ام ایجاب کے لیے ہے یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ۝ بلکہ وہ انکار کرتے ہوئے اور تکبر کرتے ہوئے ایمان نہیں لاتے۔

فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖۤ انہیں چاہیے کہ اپنی جانب سے ایسا کلام لے آئیں جو قرآن کے مشابہ ہو۔

اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ۝ اگر وہ اس بات میں سچے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر پیش کی ہے۔ حجدری نے اسے فلیاتوا بحدیث مثلہ پڑھا ہے یعنی حدیث کا لفظ مضاف ہے مثلہ میں ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے وہ حدیث جس سے مراد قرآن ہے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضاف کیا ہے کیونکہ اسی کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے۔ ایک جماعت کی قرأت کے مطابق ھاء قرآن کے لیے ہے

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜیْطِرُوْنَ۝ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ ۚ فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۝ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ۝ اَمْ یُرِیْدُوْنَ كَیْدًا ؕ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِیْدُوْنَ۝ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۝

"کیا وہ پیدا ہو گئے بغیر کسی (خالق) کے یا خود ہی (اپنے) خالق ہیں؟ کیا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ یقین سے محروم ہیں۔ کیا ان کے قبضہ میں ہیں آپ کے رب کے خزانے یا انہوں نے ہر چیز پر تسلط جما لیا ہے۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے (جس پر چڑھ کر) وہ (خفیہ باتیں) سن لیا کرتے تھے (اگر ایسا ہے) تو لے آئے ان میں سے سننے والا روشن دلیل۔ (ظالمو!) کیا اللہ تعالیٰ کے لیے نری بیٹیاں اور تمہارے لیے نرے بیٹے (اے حبیب!) کیا آپ ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں پس وہ چٹی کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے پس وہ لکھتے جاتے ہیں کیا وہ (رسول خدا سے) کوئی فریب کرنا چاہتے ہیں تو وہ کافر خود ہی اپنے فریب کا شکار ہو جائیں گے۔ کیا ان کا کوئی اور خدا ہے اللہ کے سوا، پاک

ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں"۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ، اَمْ میں میم زائد ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے اخلقوا من غیر شیء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا ان کے رب کے علاوہ نے انہیں پیدا کیا اور انہیں مقدر کیا؟ ایک قول یہ کیا گیا: کیا ماں اور باپ کے علاوہ میں انہیں پیدا کیا گیا تو وہ جماد کی طرح ہیں جو عقل نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ کی ان کے خلاف کوئی دلیل قائم نہیں وہ ایسے نہیں کیا انہیں نطفہ، علقہ اور مضغہ سے پیدا نہیں کیا گیا ہے اور انہیں بے مقصد چھوڑ دیا گیا ہے مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ کا معنی ہے کسی شے کے لیے بھی نہیں۔ یہاں من، لام کے معنی میں ہے۔

اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ یا وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانیں گے جب کہ وہ یہ نہیں کہتے۔ جب وہ اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کا ان کے علاوہ کوئی خالق نہیں تو کون سی ایسی چیز ہے جو انہیں روکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے انکار کریں اور بتوں کی عبادت کا اقرار کریں۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کا اقرار کریں تو ان کا اقرار یہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے۔

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ معاملہ اس طرح نہیں کیونکہ انہوں نے کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کیا۔ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ بلکہ وہ حق کا یقین نہیں رکھتے۔

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ یعنی ان کے پاس ان کے رب کے خزانے ہیں اس وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے مستغنی ہیں اور اس کے امر سے اعراض کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: خزائن سے مراد بارش اور رزق ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: رحمت کی چابیاں۔ عکرمہ نے کہا: مراد رسالت ہے جہاں وہ چاہتے ہیں اسے رکھتے ہیں (1)۔ خزائن سے مثال بیان فرمائی ہے کیونکہ یہ وہ جگہ ہوتی ہے جسے اس لیے تیار کیا جاتا ہے تاکہ مختلف قسم کے ذخائر کو جمع کیا جائے۔ سب کی مقدورات ان خزائن کی طرح ہیں جن میں ہر قسم کی جنسیں ہوتی ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔

اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی تسلط جمانے والے اور جبار ہیں (2)۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ اس کا معنی باطل پرست ہیں؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ اس کا معنی قبضہ کرنے والے ہیں (3)۔ عطا نے کہا: وہ غالب ہیں۔ عطا نے کہا: یہ جملہ کہا جاتا ہے تسیطرت علی یعنی تو نے مجھے اپنا خادم بنا لیا؛ یہ ابو عبیدہ کا قول ہے۔ صحاح میں ہے مسیطر اور مصیطر کا معنی ہے کسی شی پر تسلط جمانے والا تاکہ اس کی نگرانی کرے، اس کے احوال کو نگاہ میں رکھے اور اس کے عمل کو لکھتا رہے۔ اس کی اصل سطر ہے کیونکہ کتاب کو سطروں میں لکھا جاتا ہے جو آدمی یہ کام کرتا ہے وہ مسطر اور مسیطر ہوتا ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے سیطرت علینا۔ ابن بحر نے کہا: ام هم المسیطرون وہ نگہبان ہیں یہ تسیطر الکتاب سے ماخوذ ہے یعنی جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اسے یاد رکھتا ہے تو یہاں مسیطر وہ ہوگا جو اس کو یاد رکھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اس میں تین لغتیں ہیں، صاد یہ عام قرأت

1۔ تفسیر معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 238 | 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 385 | 3۔ ایضاً

ہے، سین یہ ابن محصین، حمید، مجاہد، قنبل، ہشام اور ابوحیوہ کی قرأت ہے، صاد کو زاء کا اشمام یہ حمزہ کی قرأت ہے جس طرح سورۂ فاتحہ میں الصراط میں یہ گزر چکا ہے۔

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ کیا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ کیا آسمان تک بلند ہونے کے لیے ان کے پاس کوئی سیڑھی یا رسی ہے۔ **يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ** جس پر چڑھ کر وہ خبروں کو سنتے ہیں اور اس کی مدد سے علم غیب تک رسائی حاصل کرتے ہیں: جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ذریعہ وہاں تک جا پہنچتے ہیں۔

فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ تو سننے والا واضح دلیل لے آئے کہ جس پر وہ ہیں وہ حق ہے۔ سُلّم یہ سلالم کا واحد ہے جس پر چڑھا جاتا ہے بعض اوقات غرز کو بھی یہ نام دیا جاتا ہے؛ زبیر نے کہا:

وَمَنْ هَابَ أسبابَ المَنِيَّةِ يَلْقَها ولَوْ رَامَ أسبابَ السَّماءِ بِسُلَّمِ

جو آدمی موت کے اسباب سے ڈرتا ہے وہ انہیں مل ہی جاتا ہے اگرچہ وہ سیڑھی کے ذریعے آسمان تک کا قصد کرے۔
ابن مقبل نے کہا:

لا تُحْرِزُ المرءَ أَحْجاءُ البِلَادِ وَلَا يُبْنَى له في السَّمواتِ السَّلَالِيمُ(1)

شہروں کے اطراف اس آدمی کی حفاظت نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے لیے آسمانوں میں سیڑھیاں بنائی جاتی ہیں۔

احجاء کا معنی اطراف ہے جس طرح ارجاء ہے ان دونوں کا واحد حجا اور رجا ہے۔ جو الف مقصورہ کے ساتھ ہے اس شعر کو اعناء البلاد کے ساتھ بھی روایت کیا گیا ہے اعناء کا معنی بھی جوانب ہیں اس کا واحد عنو ہے۔ ابن الاعرابی نے کہا: اس کا واحد عنا ہے یہ بھی الف مقصورہ کے ساتھ ہے جاءنا أعناء من الناس ہمارے پاس لوگوں کی جماعتیں آئیں اس کا واحد عِنْوٌ ہے۔

يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ اس میں فی، علی کے معنی میں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے **فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ** (طٰہٰ: 71) یہاں بھی فی، علی کے معنی میں ہے؛ یہ اخفش کا قول ہے۔ ابوعبیدہ نے کہا: یہاں فی، باء کے معنی میں ہے۔ زجاج نے کہا: کیا ان کے لیے بھی حضرت جبرئیل کی طرح کوئی فرشتہ ہے جو حضرت جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لاتے ہیں۔

اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ انہیں شرمندہ کرنے اور تنبیہ کرنے کے لیے ان کی عقلوں کو بے وقوف قرار دیا، یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیوں کی نسبت کرتے ہو جب کہ خود ان کے بارے میں غیرت کا مظاہرہ کرتے ہو جس کی دانش اس جیسی ہو تو اس کے بارے میں کوئی بعید نہیں کہ وہ بعث کا انکار کرے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے رسالت کی تبلیغ پر اجر طلب کرتے ہیں **فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ** ۝ تو وہ چٹی جس کا آپ ان سے مطالبہ کرتے ہیں اس کے باعث وہ مشقت میں مبتلا ہیں۔

اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ وہ لوگوں کے لیے غیب میں سے وہ کچھ لکھتے ہیں جس کا وہ ارادہ کرتے ہیں۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 385

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایسا علم ہے جو لوگوں سے غائب ہے یہاں تک کہ انہیں علم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت، جنت، جہنم اور بعث کے بارے میں جو کچھ خبر دی ہے وہ سب باطل ہے۔ قتادہ نے کہا: جب انہوں نے کہا نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ہم اس کے بارے میں حادثات زمانہ کا انتظار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ یہاں تک کہ انہیں علم ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا وصال کب ہو گا اور ان کے معاملہ کا انجام کیا ہو گا (1)؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے تو اس میں جو کچھ ہے اسے وہ لکھتے ہیں اور اس میں جو کچھ ہے اس کی لوگوں کو خبر دیتے ہیں (2)؟ قتبی نے کہا: يَكْتُبُوْنَ کا معنی ہے وہ حکم دیتے ہیں (3)۔ کتاب کا معنی حکم (فیصلہ) ہے اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: 54) یعنی تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: والذی نفسی بیدہ لأحکمن بینکم بکتاب اللہ (4) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔

اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا یعنی وہ دار الندوہ میں تیرے بارے میں خفیہ تدبیر کا ارادہ کرتے ہیں۔

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝ یعنی جنہوں نے کفر کیا ان کے ساتھ خفیہ تدبیر کی جائے گی؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (فاطر: 43) اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں بدر کے میدان میں قتل کیا گیا۔ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ یعنی وہ الٰہ پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ کی اس امر سے پاکی بیان کیجئے کہ اس کا کوئی شریک ہو۔ خلیل نے کہا: سورۂ طور میں جہاں بھی ام کا لفظ ذکر کیا گیا ہے وہ کلمہ استفہام ہے صرف عطف نہیں (5)۔

وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۝ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

”اور اگر وہ دیکھ لیں آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا تو یہ (احمق) کہیں گے: یہ تو بادل ہے تہہ در تہہ۔ پس انہیں (یونہی) چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس میں وہ غش کھا کر گر پڑیں گے، جس روز ان کی فریب کاری ان کے کسی کام نہ آئے گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی“۔

وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا اللہ تعالیٰ نے یہ ان کے قول کے جواب میں ارشاد فرمایا: فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (الشعراء: 187) اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا (الاسراء: 92) اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ سلوک کرتا تو وہ ضرور کہتے۔ سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۝ یہ ایسا بادل ہے جو تہہ در تہہ ہے جو ہم پر آ گرا ہے یہ آسمان نہیں یہ معاند کا عمل ہے یا اس کا فعل ہے جس کو تقلید نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہو۔ مشرکوں کی دو قسمیں ہیں۔ کسف یہ

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 239 2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 193 3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 239
4۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، حد الزنا، جلد 2، صفحہ 69 5۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 239

کسفہ کی جمع ہے جس کا معنی کسی شی کا ٹکڑا ہے۔ اخفش نے کہا: جس نے کِسْفًا پڑھا ہے اس نے اسے واحد بنایا ہے جس نے اسے کِسَفًا پڑھا ہے اس نے اسے جمع کا صیغہ قرار دیا ہے۔ اس کے بارے میں گفتگو سبحان وغیرہ میں گزر چکی ہے۔ الحمدللہ

فَذَرْهُمْ یہ آیت سیف سے منسوخ ہے۔ حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ یاء کے فتحہ کے ساتھ عام قرأت ہے۔ ابن عامر اور عاصم نے یاء کے ضمہ کے ساتھ اسے پڑھا ہے۔ فراء نے کہا: دو لغتیں ہیں صَعِق، صَعُق جس طرح سَعِد، سَعُد ہے۔ قتادہ نے کہا: جس روز وہ مریں گے (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد یوم بدر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد نفخہ اولی ہے ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد یوم قیامت ہے جس میں ایسا عذاب آئے گا جوان کی عقلوں کو زائل کر دے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ أصعقه الله سے یاء کے ضمہ کے ساتھ یصعقون ہے۔

یَوْمَ لَا یُغْنِیْ عَنْهُمْ كَیْدُهُمْ شَیْئًا یعنی دنیا میں جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خفیہ تدبیر کرتے رہے۔ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ اور نہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی مدد کی جائے گی۔ یَوْمَ کا لفظ یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ سے بدل ہے۔

وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

"اور بے شک ظالموں کے لیے (ایک) عذاب (دنیا میں) اس سے پہلے بھی ہے لیکن ان میں سے اکثر (اس سے) بے خبر ہیں۔ اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے پس آپ بلاشبہ ہماری نظروں میں ہیں اور پاکی بیان کیجئے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے جب کہ آپ اٹھتے ہیں اور رات کے کسی حصہ میں اس کی تسبیح کیجئے اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوب رہے ہوتے ہیں"۔

وَ اِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا یعنی جنہوں نے کفر کیا۔ عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان کی موت سے قبل انہیں عذاب ہوگا۔ ابن زید نے کہا: مراد دنیا کے مصائب ہیں یعنی درد، بیماریاں، آزمائشیں، مال اور اولاد کا چلا جانا۔ مجاہد نے کہا: اس سے مراد بھوک اور سات سال تک خشک سالی ہے (2)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: مراد قتل ہے۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: مراد عذاب قبر ہے؛ یہ حضرت براء بن عازب اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ دون کا معنی غیر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد ایسا عذاب ہے جو آخرت کے عذاب سے خفیف ہوگا۔

وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ لیکن اکثر یہ نہیں جانتے کہ ان پر عذاب نازل ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ان میں سے اکثر نہیں جانتے کہ ان کا ٹھکانہ کیا ہوگا۔

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 386

2۔ ایضاً

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اپنے رب کے فیصلہ پر صبر کیجئے جو اس نے آپ پر رسالت کی ذمہ داریاں ڈالیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس آزمائش پر صبر کیجئے جو اس نے آپ کی قوم کی جانب سے آپ کو آزمائش میں ڈالا۔ پھر آیت سیف کے ساتھ اسے منسوخ کر دیا گیا۔

مسئلہ نمبر 2۔ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ہماری آنکھوں کے سامنے جو تم کہتے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو ہم اسے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کیونکہ ہم تجھے دیکھتے ہیں، تیری حفاظت کرتے ہیں۔ سب کا معنی ایک ہی ہے: اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴿۳۹﴾ (طہ) مراد میری حفاظت اور میری نگہبانی میں۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۴۹﴾

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿۴۸﴾ حِينَ تَقُومُ کی تاویل میں اختلاف ہے۔ عون بن مالک، حضرت ابن مسعود، عطا، سعید بن جبیر، سفیان ثوری اور ابو احوص نے کہا: جب وہ اپنی مجلس سے اٹھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: سبحان الله وبحمده یا سبحانك اللهم وبحمدك۔ (1) اگر مجلس اچھی ہو تو اچھی تعریف میں اضافہ کرتے ہیں اگر کوئی اور معاملہ ہو تو یہ کلمات اس کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں، اس تاویل کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من جلس فی مجلس فکثر فیه لغطه فقال قبل أن یقوم من مجلسه سبحانك اللهم وبحمدك أشهد ان لا إله إلا أنت أستغفرك وأتوب إليك إلا غفر له ما كان في مجلسه ذلك۔ (2) جو آدمی کسی مجلس میں بیٹھا اس میں اس کی غلطیاں بہت زیادہ ہوئیں اس نے مجلس سے اٹھنے سے قبل یہ کہا: سبحانك اللهم وبحمدك ...... وأتوب إليك تو اس مجلس میں سے اس سے جو غلطیاں ہوئیں یہ الفاظ اس کا کفارہ بن جائیں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے (3)۔ اسی بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے: ہم ایک مجلس میں اٹھنے سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تسبیح سو دفعہ گنا کرتے تھے رب اغفرلی وتب علی إنك أنت التواب الغفور اے میرے رب! مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما تو تواب اور غفور ہے۔ کہا: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے (4)۔ محمد بن کعب، ضحاک اور ربیع نے کہا: معنی ہے جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے۔ ضحاک نے کہا: آپ کہتے الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة وأصيلا۔ طبری نے کہا: یہ تعبیر حقیقت سے بہت ہی بعید ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: حِينَ تَقُومُ تکبیر کے بعد تسبیح پر دلالت نہیں کیونکہ تکبیر قیام کے بعد ہوتی ہے اور تسبیح اس کے بعد ہوتی ہے۔ پس یہ

1۔ تفسیر عبدالرزاق، جلد 3، صفحہ 247
2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 240
3۔ جامع ترمذی، کتاب الدعوات، مایقول اذا قام من مجلسه، جلد 2، صفحہ 181
4۔ ایضاً

امر اس بات پر دال ہے کہ اس سے مراد ہے کہ تو جس مکان سے بھی اٹھے؛ جس طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ ابو جوزاء اور حسان بن عطیہ نے کہا: معنی ہے جب تو اپنی نیند سے اٹھے۔ حسان نے کہا: تا کہ وہ اپنے عمل کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کرنے والا ہو۔ کلبی نے کہا: جب تو اپنے بستر سے اٹھے تو زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر یہاں تک کہ تو نماز میں داخل ہو جائے اور وہ نماز، نماز فجر ہے اس بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من تعارّ فی اللّیل فقال لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كلّ شيء قدير والحمد لله وسبحان الله والله أكبر ولا حول ولا قوة إلّا بالله۔ (1) جو رات کو اٹھا اور اس نے یہ کلمات پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ...... الا باللہ پھر کہا: اے اللہ! مجھے بخش یا کوئی دعا کی تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ اگر اس نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔ اسے امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

تعار الرجل من اللّیل سے مراد ہے وہ آواز نکالتے ہوئے نیند سے اٹھا اسی سے یہ جملہ بولا جاتا ہے عار الظلیم یعار عرارا بعض کہتے ہیں: عرّ الظلیم یعر عرارا مظلوم نے آواز لگائی، جس طرح وہ کہتے ہیں: زَمِر النعام یزمر زمارا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے وسط میں نماز کے لیے اٹھتے تو کہتے: اللّهمّ لك الحمد أنت نور السّموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت قيّوم السّموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت ربّ السموات والأرض ومن فيهن أنت الحقّ وعدك الحقّ وقولك الحق ولقاءك الحق والجنّة حقٌّ والنارُ حقٌّ والساعة حقٌّ والنبيّون حقٌّ ومحمّد حقٌّ اللّهمّ لك أسلمت وعليك توكّلتُ وبك آمنتُ وإليك أنبت وبك خاصمت وإليك حاكمت فاغفرلي ما قدّمت وما أخّرت وأسررت وأعلنت أنت المقدّم وأنت المؤخّر لا إله إلّا أنت ولا إله غيرك۔ (2) متفق علیہ

اے اللہ! تیرے لیے حمد ہے تو آسمان اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اس کا نور ہے تیرے لیے حمد ہے تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کو قائم رکھنے والا ہے تیرے لیے حمد ہے تو آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیرا قول حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، قیامت حق ہے، انبیاء حق ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اے اللہ! میری اگلی، پچھلی، مخفی اور اعلانیہ خطائیں معاف فرما دے تو ہی معبود برحق ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے: جب آپ رات کے وقت اٹھتے تو اپنے چہرے سے نیند کے آثار کو دور کرتے: پھر سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی تلاوت کرتے (3)۔

زید بن اسلم نے کہا: معنی ہے جب آپ ظہر کی نماز کے لیے قیلولہ کی نیند سے اٹھتے۔ ابن عربی نے کہا: جہاں تک قیلولہ

1۔ صحیح بخاری، کتاب التهجد، فضل من تعار من الليل وصلى، جلد 1، صفحہ 155 2۔ ایضاً، التهجد بالليل، جلد 1، صفحہ 151
3۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، ربنا انك من تدخل النار، جلد 2، صفحہ 657

کی نیند کا تعلق ہے اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا یہ تو صرف رات کی نیند کے ساتھ ملحق ہوتا ہے (1)۔ ضحاک نے کہا: اس سے مراد نماز میں تسبیح ہے جب نماز کے لیے آپ اٹھتے۔ ماوردی نے کہا: اس تسبیح کے بارے میں دو قول ہیں (۱) مراد سبحان ربی العظیم ہے جو رکوع میں پڑھی جاتی ہے اور سجدہ میں سبحان ربی الأعلی کہنا ہے (۲) نماز میں یہ کلمات توجہ ہے سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالی جدك ولا إله غيرك۔

ابن عربی نے کہا: جس نے کہا اس سے مراد نماز کی تسبیح ہے تو یہ افضل ہے۔ اس میں آثار بہت زیادہ ہیں۔ سب سے عظیم وہ ہے جو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو کہتے: وجهت وجهي (2) ہم نے اس کا اور اس کے غیر کا ذکر سورۃ الانعام میں کیا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے ایسی دعا سکھائیں جو میں نماز میں مانگا کروں فرمایا: کہو اللّٰهمّ إنّي ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذّنوب إلّا أنت فاغفرلي مغفرة من عندك وارحمني إنّك أنت الغفور الرحيم (3)

اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بے شمار ظلم کیے ہیں تیرے سوا کوئی گناہ بخشنے والا نہیں مجھے اپنی بارگاہ سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما تو غفور رحیم ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ وَ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝ اس کے بارے میں گفتگو سورۂ ق میں مکمل گزر چکی ہے۔ جہاں تک اِدْبَارَ النُّجُوْمِ کا تعلق ہے تو حضرت علی شیر خدا، حضرت ابن عباس، حضرت جابر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے مراد فجر کی دو رکعتیں ہیں۔ بعض علماء نے اس آیت کو اس قول پر بطور ندا محمول کیا ہے اور اسے پانچ نمازوں کے ساتھ منسوخ قرار دیا ہے۔ ضحاک اور ابن زید سے مروی ہے وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ سے مراد صبح کی نماز ہے؛ یہ طبری کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: مراد نمازوں کے آخر میں تسبیحات ہیں۔ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ کے ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ساتوں قراء نے مصدر پڑھا ہے جس طرح ہم نے سورۂ ق میں بیان کیا ہے۔ سالم بن ابی جعد اور محمد بن سمیقع نے أدبار فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے اسی کی مثل یعقوب، سلام اور ایوب سے مروی ہے یہ دُبُر اور دُبُر کی جمع ہے۔ دُبُر الامر اور دُبُر سے مراد امر کا آخر ہے۔

امام ترمذی نے محمد بن فضیل کی حدیث وہ رشدین بن کریب سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ سے مراد فجر سے پہلے دو رکعتیں اور ادبار السجود سے مراد مغرب کے بعد دو رکعتیں ہیں (4)۔ کہا: یہ حدیث غریب ہے ہم اسے مرفوع صرف اس سند سے پہچانتے ہیں وہ سند محمد بن

1۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1733

2۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، صلوٰۃ النبی و دعاءہ باللیل، جلد 1، صفحہ 263

3۔ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، الدعاء فی الصلوٰۃ، جلد 2، صفحہ 936

4۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، سورۃ والطور، جلد 2، صفحہ 160

فضیل، رشدین بن کریب سے، میں نے محمد بن اسماعیل سے پوچھا کہ محمد بن فضیل اور رشدین بن کریب میں سے کون زیادہ ثقہ ہے؟ فرمایا: میں ان دونوں میں سے کسی کے بارے میں یہ اقرار نہیں کرتا تاہم میرے نزدیک محمد ارجح ہے۔ کہا: میں نے اس کے بارے میں عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے سوال کیا؟ فرمایا: میں ان دونوں کے بارے میں امر کے ثبوت کا اقرار نہیں کرتا ان دونوں میں رشدین بن کریب زیادہ راجح ہے۔ ترمذی نے کہا: جو ابو محمد قول کرے قول تو وہی ہے میرے نزدیک رشدین بن کریب، محمد سے زیادہ راجح اور مقدم ہے۔ رشدین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا اور آپ کو دیکھا۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے فرائض سے قبل دو رکعتوں کا جس قدر اہتمام کرتے اتنا اہتمام کسی نفل کا نہ کرتے تھے (1)۔ آپ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: رکعتا الفجر خیر من الدنیا و ما فیہا (2) فجر کی دو رکعتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ سورۂ طور کی تفسیر مکمل ہوئی۔ الحمدللہ

1۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، استحباب رکعتی سنۃ الفجر، جلد 1، صفحہ 251

2۔ جامع ترمذی، کتاب الصلوٰت، ماجاء فی رکعتی الفجر فی الفضل، جلد 1، صفحہ 56